اجتماعی بیان کی نزاکت اور ضروری احتیاط

پروفیسر عبدالرؤف

بعض مقرر اور مبلغ اپنے جذبے کے تحت عوام کے اجتماع میں بیان کرتے ہوئے ایسے مشکل اور نازک موضوع کا بھی ذکر کرتے ہیں جس کے کافی دوررس اثرات ونتائج مرتب ہوتے ہیں، ایسا بیان کرتے ہوئے شاید اُن کا دھیان اس پہلو کی طرف جانے سے رہ جاتا ہے کہ اس طرح کے موضوع پر بیان کرنے سے عوام میں عقائدِ اسلامیہ کے بارے میں کئی قسم کی اشکالات پیدا ہوں گے، چنانچہ اسی بارے میں غور وفکر کے لیے چند باتیں عرض کی جاتی ہیں:

①.....عوام کے اجتماع میں تقریر اور بیان کا بنیادی مقصد دین کا شوق اور آخرت کی فکر پیدا کرنا ہوتا ہے، اس کے لیے قرآن وحدیث، ان کی تفاسیر وشروح میں انبیاء کرامؑ، صحابہ کرامؓ اور دیگر اکابر کی بے شمار آسان، واضح، صحیح اور مستند باتیں موجود ہیں، جن کو عام آدمی سمجھ جاتا ہے، لیکن اگر نازک اور مشکل باتیں، مثلاً ایسا موضوع جس کا براہِ راست واضح تعلق صحابہ کرامؓ کے درمیان پیش آنے والے باہمی اختلافات سے ہو اور جس کی بنیاد پر اسلامی فرقے وجود میں آئے ہوں' بیان کیا جائے گا تو بجائے دین کا شوق پیدا ہونے کے ذہن میں اشکالات اور الجھنیں پیدا ہوں گی۔

مفتی محمد شفیع عثمانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں ''ادع إلٰی سبیل ربک'' کے تحت فرماتے ہیں:

''نصیحت سے مراد عنوان بھی نرم ہو......حکمت سے مراد وہ بصیرت ہے جس کے ذریعہ انسان مقتضیاتِ احوال کو معلوم کرکے اس کے مناسب کلام کرے۔ اصولِ دعوت دو چیزیں ہیں: حکمت اور موعظت جن سے کوئی دعوت خالی نہ ہو۔'' (معارف القرآن ج:۵)

علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ ''تفسیر عثمانی'' میں فرماتے ہیں:

''حکمت سے مراد ہے نہایت پختہ اور اٹل مضامین، موعظت حسنہ، لوگ ترغیب وترہیب کے مضامین سن کر منزل مقصود کی طرف بے تابانہ دوڑنے لگتے ہیں، جو بڑی اونچی عالمانہ تحقیقات کے ذریعہ ممکن نہیں۔ حدیث میں ارشاد مبارک ہے: ''لوگوں پر آسانی کرو، دشواری پیدا نہ کرو۔''

②.....کوئی بات، واقعہ یا شخصیت کتنی ہی بلند و بالا، عظمت شان والی اور اہم کیوں نہ ہو اس کا ذکر و بیان موقع محل کی مناسبت سے کیا جائے تو مفید ثابت ہوتا ہے، ورنہ اختلاف و انتشار کے امکانات بھی پیدا ہوجاتے ہیں۔ اس اصول کا خاص طور پر تبلیغی جماعت میں تو غیر معمولی اہتمام کیا جاتا ہے۔ نماز اسلام کا بنیادی رکن اور اہم ترین فرض ہے، جس کے فرائض و واجبات اور دیگر ضروری مسائل کا سیکھنا بھی فرض ہے، لیکن اس کے بارے میں بھی اتنی زیادہ احتیاط کی جاتی ہے کہ بارہ تیرہ آدمیوں پر مشتمل جماعت میں وقت لگانے کے دوران اجتماعی تعلیم میں اختلاف پیدا ہونے کے خدشہ کے پیش نظر بنیادی فرائض کے مسائل سیکھنے یا مذاکرے سے منع کیا جاتا ہے، چنانچہ پرانے تبلیغی بزرگ عالم مولانا محمد عمر پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ جماعتوں کی روانگی کے وقت ہدایات دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

''ہماری اس تعلیم میں فضائل کی تعلیم ہوتی ہے، اس سے شوق اور رغبت پیدا ہوتی ہے اور اس میں کوئی اختلاف پیدا نہیں ہوتا، چونکہ مسائل میں اختلاف ہے، اس لیے اجتماعی تعلیم میں مسائل کا تذکرہ نہیں ہوتا۔ دوسرے یہ کہ سارے ہی حنفی ہوں تو بھی مسائل بیان کرنے کی اجازت نہیں، کیونکہ جماعت میں اکثر عوام ہوتے ہیں، غلط مسائل بتانے لگیں گے، اگر مسائل بیان کرنا شروع کیے تو اختلاف ہوجائے گا اور کام نہیں ہوگا۔''

اسی طرح کوئی بھی اور کتاب نہ پڑھنے اور صرف حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ کی تصنیف کردہ فضائل کی کتابیں پڑھنے کی بھی یہی حکمت (سخت انتشار، تنازع اور کشمکش کا خدشہ) بتائی جاتی ہے۔

③.....اوپر بتائی گئی تبلیغی اکابر کی اتنی غیر معمولی احتیاط کے ہوتے ہوئے ایسے موضوع کو بیان کرنے کی گنجائش کس طرح پیدا ہوسکتی ہے جس کا براہِ راست واضح تعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ترین بہترین زمانہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جیسے عظیم فقیہ، مجتہد اور مفسر اکابر صحابہ کرامؓ، کبار تابعینؒ اور صلحاء کے دور میں پیش آنے والے اجتہادی اختلاف سے ہو اور جس موضوع کو حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے خاص خلیفہ مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ محمودیہ، ج:۴، ص:۸۰ پر ''اجتہادی چیز'' قرار دیا ہو۔ (مزید دیکھئے: صفحہ: ۳۴، ۳۵ پر)

④.....اُمت کے اکابر علماء جب بھی کسی ایسی حدیث یا تاریخی واقعہ کا ذکر کرتے ہیں جس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آپس کے اختلافات یا نزاع کا پتہ چلتا ہو تو وہ اختلاف والی بات ذکر کرنے کے بعد اس کی تشریح و توضیح اس طرح بیان کردیتے ہیں کہ ہر ہر صحابیؓ کا احترام اور تقدس باقی رہے اور کوئی بات اس طرح نہ بیان ہوجائے کہ ایک صحابیؓ کی تو فضیلت ظاہر ہو، مگر دوسرے صحابیؓ کا مقام و مرتبہ مجروح ہو، مثلاً ''شمائل ترمذی'' میں جب ''باب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث کا ذکر'' کے سلسلے میں حدیث بیان کی گئی تو اس حدیث کے طویل قصے کو نقل کرنے کے بعد حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد

زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے آپس میں جھگڑنے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تقریر کے سلسلے میں پیدا ہونے والے اشکالات (چند ضروری ابحاث) کے جوابات دیتے ہوئے تینوں اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم کو اپنی اپنی جگہ حق بجانب ثابت کیا۔

اس طریقے سے ہٹ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہمی اختلاف میں اگر صرف ایک اجتہادی رائے کو تو خوب کھول کھول کر اس انداز سے بیان کیا جائے گا اور ہر طرح کے فضائل ومناقب بھی بیان کیے جائیں گے کہ گویا اسلام اور حق اسی طرف تھا اور اسلام اسی پر موقوف تھا، اس کے علاوہ سب کچھ باطل تھا اور باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دوسری اجتہادی رائے کا کوئی ذکر نہیں ہوگا، جبکہ معاملہ بھی ایسا نازک ہو کہ مقتضیاتِ احوال کے تحت ذکر کرنا بھی ضروری ہو تو ایسا کرنے کے نتائج واثرات کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

۵.....صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہمی اختلافات (مشاجراتِ صحابہؓ) کے نازک اور مشکل موضوع پر تو بڑے بڑے ائمہ اسلام بھی گفتگو سے اجتناب کی کوشش کیا کرتے تھے۔ مشہور تابعی اور بڑے عالم وفقیہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد اگرچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہمی قتال کے سلسلے میں ہے، لیکن اس کا ذکر یہاں بھی موزوں اور مناسب ہے کہ:

> ''جس معاملہ میں تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اتفاق ہے ہم اس میں ان کی پیروی کرتے ہیں اور جس معاملہ میں ان کے درمیان اختلاف ہے اس میں سکوت اختیار کرتے ہیں۔ حضرت محاسبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم بھی وہی بات کہتے ہیں جو حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی۔ ہمیں یقین ہے کہ ان سب نے اجتہاد سے کام لیا تھا اور اللہ کی خوشنودی چاہی تھی۔'' (مقام صحابہؓ، ص:۹۵، حضرت مولانا مفتی شفیعؒ کی زندگی کی غالباً آخری تصنیف جو آپ نے تاریخی روایات کی بنیاد پر عائد کیے گئے الزامات کے ردعمل میں اصولی بحث کرتے ہوئے جواب کے طور پر تحریر کی)

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندِ ارجمند مولانا محمد تقی عثمانی زید مجدہٗ نے بھی تقریباً اسی سال ۱۳۹۱ھ میں اسی موضوع پر ''حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اور تاریخی حقائق'' تحریر کی، چنانچہ وہ ''بحث کیوں چھیڑی گئی؟'' کے عنوان کے تحت ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ بحث کو جامع اور کافی قرار دینے کے بعد تحریر کرتے ہیں:

> ''ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ اپنی اس بحث میں مشاجرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دریائے خون سے نہایت سلامتی سے گزرے ہیں۔ پھر مولانا عثمانی رحمۃ اللہ علیہ موجودہ زمانے میں اس مسئلے کی کھود کرید کو انتہائی مضر قرار دیتے ہوئے تاریخ اسلام اور خاص طور پر مشاجرات صحابہؓ والے حصہ کی تحقیق کے کام سے احتراز کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔'' (ص:۱۴، ۱۶)

حکیم الاسلام قاری محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ شاید اپنے مقام ومرتبہ کا تقاضا سمجھتے ہوئے باامر

مجبوری نازک موضوع پر تحقیقی مقالہ (چھوٹی کتاب) تحریر کرکے آخری گزارش میں فرماتے ہیں کہ: ’’اگر یہ نہ چھیڑا جاتا تو جونقول پیش کی گئیں ان کے پیش کرنے کی کبھی نوبت نہ آتی۔‘‘

اور پھر یہ بھی فرماتے ہیں:

’’ہم اصل حقیقت کو سمجھ کر خاموشی اختیار کرنے ہی کو معقول جذبہ سمجھیں گے۔‘‘

جبکہ عام اجتماع کی نسبت کتاب تو بہت ہی محدود تعداد میں دلچسپی رکھنے والے لوگ ہی پڑھتے ہیں۔ غور طلب امر یہ ہے کہ جس مشکل موضوع کو چھیڑنے سے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت محاسبی رحمۃ اللہ علیہ جیسے بڑے علماء وفقہاء ڈرتے ہوں اور سکوت اور خاموشی اختیار کرنے کی کوشش کرتے ہوں اور جس موضوع پر علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ جیسے محقق مؤرخ کی کی گئی بحث کو ’’دریائے خون سے نہایت سلامتی سے گزرنا‘‘ کہا گیا ہو، اس طرح کے موضوع کو اگر ہزاروں لوگوں کے اجتماع (اور پھر جدید الیکٹرانک سہولیات کی وجہ سے کروڑوں لوگوں) میں بیان کیا جائے گا تو اس سے کس کس طرح سے اشکالات اور الجھنیں پیدا ہوں گی!!! اس کا اندازہ باآسانی کیا جاسکتا ہے اور پھر مستقل طور پر ایسے کچھ مذہبی گروہ موجود ہیں جو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر انتہائی سنگین الزامات عائد کرتے ہیں، چنانچہ اس بات سے پریشان ہوکر مولانا محمد تقی عثمانی زید مجدہٗ نے حدیث نقل کرکے بڑی دردمندی سے تحریر کیا کہ:

’’میرے صحابہؓ کے معاملہ میں خدا سے ڈرو، خدا سے ڈرو، میرے بعد ان کو اعتراضات کا نشانہ مت بنانا‘‘ ہم سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشادِ گرامی کا واسطہ دے کر یہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عظمت شان کو پیش نظر رکھ کر ان کے صحیح موقف کو ٹھنڈے دل کے ساتھ سمجھنے کی کوشش کریں۔‘‘ (ایضاً، ص:۱۰۶)

⑥..... دینی اعمال کا شوق پیدا کرنے کے لیے مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد پر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ نے ’’فضائل اعمال‘‘ (چھوٹی چھوٹی کتابوں کا مجموعہ، تبلیغی نصاب) تصنیف کی، اس میں دوسوصفحات پر مشتمل ایک کتاب ’’حکایاتِ صحابہؓ‘‘ ہے جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خصوصیات اور حالات وواقعات بیان کیے گئے ہیں، جن میں ’’دین کی خاطر سختیاں برداشت کرنا اور تکالیف ومشقت جھیلنا‘‘ اور ’’بہادری، دلیری اور موت کا شوق‘‘ کے عنوانات کے تحت جہاد میں شوق وجذبے سے لڑتے لڑتے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے اور شہید ہوجانے کے بھی کافی واقعات ہیں، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ’’فضائل اعمال‘‘ میں ان واقعات کے بیان سے اجتناب کی کوشش کی گئی ہے، جن سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے باہمی اختلافات کی کوئی بحث شروع ہوکر اشکالات کا سبب نہ بنے۔ تبلیغی جماعت کے اکابر مولانا محمد الیاسؒ، مولانا محمد یوسفؒ، مولانا محمد انعام الحسنؒ، مولانا محمد عمر پالن پوریؒ، مولانا سعید احمد خانؒ، مفتی زین العابدینؒ، مولانا محمد اسلم رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر تمام حضرات بھی اجتماع میں اسی انداز سے بیان کرتے تھے۔

⑦..... ہر مذہبی رسم، طریقہ، عنوان، انداز کے پس پردہ کوئی فکر، سوچ، عقیدہ یا نظریہ موجود ہوتا ہے، اس عنوان وانداز کو اختیار کرنے کی وجہ سے وہی فکر اور عقیدہ بھی زندہ ہوتا اور فروغ پاتا ہے، تشبہ سے ممانعت کے حکم کی ایک بنیادی وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے، تشبہ کے بارے میں کچھ اس طرح کی بات حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے ''شمائل ترمذی'' میں نفلی روزہ کی فضیلت کی وضاحت کرتے ہوئے بیان کی ہے۔ (ص:۳۱۳، حدیث نمبر:۱۲ کے تحت)

⑧..... یونیورسٹیز اور کالجز کے اعلیٰ تعلیم یافتہ ایسے حضرات جو دین سے کچھ دور ہو چکے ہیں اور ان کے ذہن میں دین کے بارے میں اشکالات پیدا ہو چکے ہیں (جن کو سیکولرز یا دین سے بیزار بھی کہہ دیا جاتا ہے) یہ بات بڑی قوت سے اور کثرت سے کرتے رہتے ہیں کہ اسلام کا نظام کتنے عرصے چل سکا اور ساری منفی باتیں اور ان سے منفی مطالب نکال کر کہتے ہیں کہ اسلامی تاریخ پڑھ کر تو دیکھیں، خونی جنگوں سے بھری پڑی ہے۔ ایسی صورت حال میں اگر دین کا بیان کرنے والا خود ہی اسی قسم کا واقعہ بیان کرے گا تو گویا ان کے اشکالات میں اضافہ ہی کرے گا۔ یہ صحیح ہے کہ اعتراضات کرنے والے تو اعتراضات کرتے ہی رہتے ہیں، لیکن اتنی تدبیر تو کی جاسکتی ہے کہ کم از کم خود تو ایسی مشکل اور نازک باتیں نہ چھیڑی جائیں جو ایسے اشکالات پیدا کرنے میں تقویت کا ذریعہ بنیں۔